Epistemology: Vol.7, Issue 8 June 2020

OPEN ACCESS: "*EPISTEMOLOGY*"
eISSN: 2663-5828;pISSN: 2519-6480
www.epistemology.pk

نقدِ سند اور مستشرقین کے تحقیقی اصول و مناہج کے تضادات

CRITIC ON CHAIN AND CONTRADICTIONS IN PRINCIPLES & MEHTODOLOGIES OF ORIENTALISTS

Dr. Mahmood Ahmad
Lecturer, Dept. of Islamic Studies, University of Gujrat, Gujrat

Dr. Muhammad Munir Azhar
Assistant Professor, Dept. of Islamic Studies, The Islamia University of Bahawalpur, Bahawalnagar Campus.

Abstract: Towards the end of the 20th century the study of ḥ adīth has made considerable progress and received increasing attention in both Muslim and Western worlds.The role of ḥ adīth has grasped the attention of orientalists who sought to identify the origins of Islām and its legal and religious institutions. The question of authenticity and authority was at the heart of their investigations. Until the end of the first half of the 20th century,two major leading scholars; namely Goldziher and Schacht, were the only prominent figures who subjected the Traditions to historical criticism which were very much inspired by the development in criticaltextual studies and source-criticism methods witnessed. Later on many other prominent orientalists followed them. But there are many points where their point of view is contradict to other researchers and even some times to their own theories. This article is a research based subject which describes various contradictions of western ḥ adīthscholars regarding the criticism of the chain of ḥ adīth/Sanad.

***Keywords**: ḥad□th, Sanad, orientalists, priniciples of ḥad□th, contradiction, family Isn□d theory, common link theory*

CC BY

تحریک استشراق کے محرکات میں دینی محرک بہت اہمیت کا حامل ہے۔ نبی کریم ﷺ کی ذات ابتداء سے ہی ان کی تنقید کا ہدف رہی ہے۔ حدیث و سنت پر شکوک و شبہات پھیلانے والوں کے سرخیل Ignaz Gold Ziher اور JesephSchacht ہیں۔ ان کے بعد حدیث کے موضوع پر تنقید کرنے والے مستشرقین کی اکثریت انہی دونوں کی خوشہ چین رہی ہے۔ علمی نہج پر کی جانے والی بحث و تحقیق کی خوبی ہے کہ اس کے نتائج و حاصلات ایک دوسرے سے ہم آہنگ ہوتے ہیں۔ جبکہ حدیث کے بارے میں مستشرقین کی عمومی تحقیقات کے نتائج میں سے بہت سے ایک دوسرے سے متضاد ہیں۔ مستشرقین کا یہ تضاد ان کے باطل ہونے کی بڑی دلیل ہے کیونکہ سچ ہمیشہ ایک ہوتا ہے جبکہ جھوٹ ایک سے زائد ہوتے ہیں۔ مستشرقین کا یہ تضاد کبھی اپنی ہی سابقہ آراء کے خلاف ہوتا ہے تو کبھی دوسرے مستشرقین کی آراء اس کے متضاد ہوتی ہیں۔ یوں ان میں سے کم از کم کسی ایک کا باطل ہونا ظاہر ہو جاتا ہے۔ ذیل میں نقدِ سند کے حوالے سے مستشرقین کے تحقیقی اصول و مناہج کے بنیادی تضادات پر بحث کی گئی ہے۔

اسناد کی اصل اور مستشرقین کی متضاد تحقیقات:

اسناد کی اصل کے حوالے سے کہ یہ کہاں سے ماخوذ ہیں مستشرقین ماہرین حدیث کی آراء میں اختلاف موجود ہے ان میں سے کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ اسناد سسٹم کی ابتداء مسلمانوں نے نہیں کی۔ گویا اس طرح وہ اس عظیم الشان اور بے نظیر فن کی ایجاد و استعمال کا کریڈٹ مسلمانوں کو نہیں دینا چاہتے بلکہ ان کے خیال میں قبل از اسلام کچھ مذاہب اور تہذیبوں میں اسناد کا استعمال ہوتا تھا۔ اس لیے اس میں مسلمانوں کو کوئی خوبی نہیں کہ انہوں نے دنیا کو اس فن سے روشناس کروایا ہے۔ جب کہ اس کے برعکس کچھ معروف مستشرقین ان کی اس رائے سے اختلاف کرتے ہیں۔ وہ اسناد کی ابتداء کے حوالے سے مسلمانوں کے نقطہ نظر کے حامی ہیں کہ یہ سسٹم مسلمانوں کا وضع کردہ ہے۔ ذیل میں ہم دونوں نقطہ ہائے نظر کے حامی مستشرقین کی آراء درج کریں گے جن سے ان کا اختلاف عیاں ہے۔

متعدد یورپی ماہرین نے اسناد کی اصل اور ماخذ کے موضوع پر اپنی آراء کا اظہار کیا ہے۔ Leon Caetani اور Joseph Horovitz کا دعویٰ ہے کہ مسلمان اسناد کے استعمال کرنے میں اوّل نہیں ہیں کیوں کہ جاھل عرب صرف حفاظت حدیث کی غرض سے اس طرح کا زبردست نظام وضع نہیں کرسکتے تھے۔ Leon Caetani لکھتے ہیں:

"The vild desolation of the Arabian steppe and the restive character of the primitive, ignorant, uncivilized and smeticarabs were not congenial to the development of a rigorous tradition." [1]

کا یتانی کی بات سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ صرف اس بناء پر تشکیک کا اظہار کر رہے ہیں کہ اس دور کے مسلمان عرب تہذیبی ترقی میں اس معیار پر نہ تھے کہ ایسے زبردست قوانین وضع کر سکتے۔ حالانکہ تاریخ شاہد ہے کہ مسلمانوں نے حفاظت حدیث کے لیے اسماء الرجال اور جرح و تعدیل جیسے عظیم الشان علوم و فنون نہ صرف وضع کیے بلکہ انہیں ایسا عروج بھی عطا کیا جس کی مثال نہیں ملتی۔ یہ ان کی اپنی رائے ہے جو دراصل تعصب اور جہالت پر مبنی ہے۔ ان کے پاس اس کی کوئی بھی منطقی یا نقلی دلیل موجود نہیں ہے۔

محمد زبیر صدیقی نے کا یتانی کے دعویٰ کی تردید مندرجہ ذیل الفاظ میں کی ہے:

".But even if the Theory of Caetani, based squrarely on prejudice rather than fact, were acceptable, it would only prove that the system of Isnad did not originate with the Arabs. From whom, then, did it emanante? The Italian orientalist does not give an example of its used by any other people." [2]

"لیکن اگر کا یتانی کے نظریے کو جو حقائق کی بجائے صرف تعصب پر مبنی ہے تسلیم بھی کر لیا جائے تو اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اسناد سسٹم کے خالق عرب نہیں ہیں۔ تو پھر اس کے واضع کون ہیں؟ اطالوی مستشرق نے کسی دوسری قوم سے اس کے استعمال کی کوئی مثال پیش نہیں کی۔"

روایت حدیث میں سلسلہ اسناد کے اہتمام کے متعلق کا یتانی (Caetani) کا نقطہ نظر ہے کہ اس کا آغاز دوسری صدی ہجری کے اواخر یا تیسری صدی ہجری کی ابتداء میں ہوا۔ اس کے مطابق قدیم محدث عروۃ بن زبیر (م ۹۴ھ) نے کسی سند کو پیش نہیں کیا۔ لہٰذا یہ ثابت ہوتا ہے کہ محمد ﷺ کی وفات کے تقریباً ساٹھ برس بعد عبد الملک کے دور تک اسناد کا رواج نہیں تھا۔

Horovitz نے اس سے بھی آگے بڑھ کر یہودی لٹریچر سے چند امثلہ بھی پیش کی ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ عربوں سے قبل یہود بھی اسناد استعمال کرتے تھے۔ ان کے خیال میں یہود کی مذہبی کتب میں ایسی اسناد تلاش کی جا سکتی ہیں جو موسیٰ علیہ السلام تک پہنچتی ہیں۔

تالمود میں راویان کا قابل ذکر سلسلہ موجود ہے لیکن اس موضوع پر تحریر کردہ اپنی طویل تحریر میں انہوں نے بالکل بھی یہ ثابت نہیں کیا کہ ان اسناد کی موسیٰ علیہ السلام کی طرف نسبت درست ہے۔ ان کے الفاظ میں:

"If is likely that this development took place under the influence of Jewish theory, especially as there are echoes in the actual Hadith of the status accorded to oral teaching in Juddasim." [3]

"یہ قرین قیاس ہے کہ یہ ترقی یہودی تھیوری کے زیر اثر وقوع پذیر ہوئی ہے۔ خاص طور پر اس لیے بھی کہ احادیث اصل میں یہودیت کی زبانی تعلیمات ہی کی صدائے بازگشت ہے۔"

لیکن یہی Horovitz یہ بھی کہتے ہیں کہ یہود کے ہاں ایسی ابتدائی کاوش 885 میں ہوئی۔ جب کہ اسناد حدیث اس سے تقریباً مکمل صدی پہلے مسلمانوں کے ہاں مستعمل تھیں۔ شاید یہ مسلمانوں سے متاثر ہو کر کیا گیا ہو۔ وہ لکھتے ہیں:

"In the Talmudic literature, there is no idea of chronological method, and the oldest extant work attempting such an arrangement was composed after 885 A.D. more than a century later than the earliest Islamic work on isnad-critique and from the fact that the important Jewish works [of this period] had been composed in the Islamic dominions, it may be inferred that this historical interest was due to the Islamic influence." [4]

ہم دیکھتے ہیں کہ Horovitz اس معاملے میں متذبذب دکھائی دیتے ہیں، نیز ان کی دونوں باتیں باہم متضاد بھی ہیں۔ نیز انہوں نے اس بات کا کوئی ثبوت فراہم نہیں کیا کہ تالمود میں کچھ روایات کی اسناد کے موسیٰ علیہ السلام تک متصل ہونے میں صداقت موجود ہے۔

James Robson نے مندرجہ بالا مستشرقین کے برعکس اسے مسلم لٹریچر حدیث کی انفرادیت قرار دیا ہے اور اعتراف کیا ہے کہ انجیل میں یہ خصوصیت نہیں پائی جاتی۔ وہ لکھتے ہیں۔

"In the gospels as they stand we don't have the various elements of the sources separated out for us as we do through the "Isnads" of muslim traditions where at least apparently, the transmission is traced back to the source." [5]

David Margoliouth نے بھی اس دعوے کی تردید کی ہے کہ حدیث کے علاوہ بھی کہیں اسناد مستعمل تھیں۔ وہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ رومی اور یونانی شاذونادر ہی اسناد سے ملتی جلتی کوئی چیز استعمال کرتے تھے۔[۶]

مشہور مستشرق Sprenger تو اس کی تعریف کیے بغیر نہیں رہ سکا کہ یہ مسلمانوں کا بے نظیر اور لازوال کارنامہ ہے جس میں کوئی بھی دوسری قوم ان کی شریک ہونے کا دعویٰ نہیں کر سکتی۔ وہ لکھتے ہیں:

> "They glory of the literature of the Muhammadans is its literary biography. There is no nation nor has there been any which like them has during the 12 centuries recorded the life of every man of lettes. If the biographical records of the muslamans are collected, we should probably have accounts of the lives of half a million of distinguished persons, and it would be found that there is not a decennium of their history, nor a place of importance which has not its representation." [7]

> "مسلمانوں کے لٹریچر کی خوبی ان کی ادبی سوانح نگاری ہے۔ دنیا میں نہ کوئی ایسی قوم گزری ہے نہ اب موجود ہے جنہوں نے ان کی طرح بارہ صدیوں تک ہر اہم آدمی کی زندگی کا ریکارڈ محفوظ کیا ہو۔ اگر مسلمانوں کی سوانح نگاری کا ریکارڈ جمع کیا جائے تو ہم تقریباً نصف ملین اہم لوگوں کی زندگیوں کے حالات موجود پائیں گے اور پتہ چلے گا کہ ان کی تاریخ کی کوئی صدی یا اہم جگہ ایسی نہی جس کی نمائندگی ہو۔"

اسناد کا آغاز اور مستشرقین کی متضاد تحقیقات:

اسناد کی ابتداء کب ہوئی اس مسئلہ میں مستشرقین تین مختلف طرح کے موقف رکھتے ہیں۔

۱۔ کچھ مستشرقین کہتے ہیں کہ اسناد کا آغاز بہت بعد میں جا کر ۱۲۰۔۱۸۰ ہجری کے دوران ہوا۔ اس سے قبل روایات بغیر اسناد کے ہی بیان کی جاتی تھیں۔ نیز ان کے متعلق نقد و جرح بھی نہیں کی جاتی تھی۔ اس مؤقف کے بڑے حامی Joseph Schacht اور Wansbrough ہیں۔[۸]

Joseph Schacht نے اپنے مجموعی موقف کی طرح اسناد حدیث کے آغاز پر بھی شدید نقد کیا ہے وہ لکھتے ہیں۔

> "It is stated on the authority of the Successor IbnSirin that the demand for and the interest in isnads started from the civil war (fina), when people could no longer be presumed to be reliable without scrutiny, we shall see later that the civil war which began with the killing of the Umaiyad Caliph Walid b. Yazid (A.H. 126), towards the end of the Umaiyad dynasty, was a conventional date for the end of the good old time during which the sunna of the Prophet was still prevailing; as the usual date for the death of IbnSirin in A.H. 110, we must conclude that the attribution of this statement to him is spurious. In any case, there is no reason to suppose that the regular practice of using isnads is older than the beginning of the second century A.H." [9]

”تابعی ابن سیرین سے مروی ہے کہ اسناد کا مطالبہ اور ان میں دل چسپی عام خانہ جنگی (فتنہ) کے بعد شروع ہوئی جب پڑتال کے بغیر راویان پر زیادہ اعتبار نہیں کیا جا سکتا تھا۔ بعد میں ہم دیکھیں گے کہ عام خانہ جنگی جو اموی خلیفہ ولید بن یزید (۱۲۶ھ) کے قتل، اموی سلطنت کے آخری ایام میں شروع ہوئی۔ جو اچھے پرانے دور کا اختتام تھا۔ جس کے دوران ابھی تک سنت کا دور دورہ تھا، جیسا کہ ابن سیرین کی وفات کی عام تاریخ ۱۱۰ ھجری ہے۔ ہمیں ضرور یہ نتیجہ اخذ کرنا چاہیے کہ اس بات کی ان کی طرف نسبت وضعی ہے۔ بہر حال یہ فرض کرنے کی کوئی توجیہہ موجود نہیں کہ اسناد کے استعمال کا مستقل رواج دوسری صدی ہجری کے آغاز سے پرانا ہے۔“

اکثر مستشرقین نے ابن سیرین کے مندرجہ ذیل مشہور قول کو اسناد کا نقطۂ آغاز قرار دیا ہے۔

لم یکونوا یسالون عن الاسناد حتی وقع الفتنة[10]

”وہ(لوگ) اسناد کے بارے میں سوال نہیں کیا کرتے تھے یہاں تک کہ فتنہ وقوع پذیر ہوا۔“

تاہم اس فتنہ کی تعیین میں شدید اختلاف ہے۔ بعض مستشرقین خصوصاً Joseph Schacht اور ان کے متبعین نے اس قول میں مذکور فتنہ سے مراد ولید بن یزید کا قتل لیا ہے جو کہ ۱۲۶ھ / ۷۴۳م میں ہوا۔ Joseph Schacht نے جیسا کہ ان کی بیان کردہ عبارت سے پتہ چلتا ہے یہ تسلیم کیا ہے کہ یہ قول ضعیف ہے۔ ابن سیرین کی وفات عام روایات کے مطابق ۱۱۰ ہجری میں ہوئی جبکہ ولید بن یزید کا قتل ۱۲۶ ہجری میں ان کی وفات سے تقریباً ۱۶ برس بعد ہوا۔ لہٰذا یہ کیسے ممکن ہے کہ ابن سیرین ایسی بات کریں۔ لیکن چونکہ ان کا مقصد حدیث کو غلط ثابت کرنا اور اس پر

اعتراضات وارد کرنا ہے اس لیے وہ یہ ماننے کے لیے تیار نہیں ہیں کہ فتنہ سے مراد ولید بن یزید کی بجائے کسی اور کے قتل اور خانہ جنگی کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے۔ جبکہ مسلم سکالرز کی اکثریت کے ہاں اس فتنہ سے مراد قتل عثمانؓ ۳۵ ہجری ہے۔[۱۱]

۲۔ اسناد کی ابتداء کے متعلق مستشرقین کے دوسرے گروہ کا کہنا ہے کہ اس کی ابتداء عہد تابعین میں ۶۰۔۱۲۰ ہجری کے درمیان ہوئی۔ James Robson، Harold Motzki[۱۳]، [۱۲] اور Joseph Horovitz[۱۴] کی بھی یہی رائے ہے۔

فتنہ کی تعیین میں James Robson نے Joseph Schacht سے اختلاف کرتے ہوئے اس پر نقد کیا ہے۔ اپنے ایک آرٹیکل میں انہوں نے اس امکان کا بھی اظہار کیا ہے کہ اس سے مراد حضرت علی اور حضرت معاویہؓ کے درمیان ہونے والی لڑائی ہو سکتی ہے تاہم وہ اسے قبول کرنے میں تامل کا شکار دکھائی دیتے ہیں۔ ان کا جھکاؤ عبداللہ بن زبیر کے قتل کی طرف محسوس ہوتا ہے۔ ان کے خیال کے مطابق حالات اس سے موافق دکھائی دیتے ہیں چونکہ ابن سیرین کی پیدائش ۳۳ ہجری ہے اور اس وقت تک وہ عمر کے اس حصے میں پہنچ چکے ہوں گے کہ اس دور کے بارے میں ایسی رائے کا اظہار کر سکیں۔[۱۵] تاہم بعد میں اپنے ایک آرٹیکل میں انہوں نے اس رائے کا اظہار کیا ہے۔ اسلام میں دو شدید جنگیں ہوئی ہیں جو 126 ہجری میں ولید کے قتل پر منتج ہوئیں۔ ایک حضرت علی اور معاویہ رضی اللہ عنہما کے درمیان اور دوسری عبداللہ بن زبیرؓ اور امویوں کے درمیان وقوع پذیر ہوئی امکان ہے کہ ان دونوں میں سے کوئی ایک ہوگی۔[۱۶]

یہاں یہ بات بھی قابل غور ہے کہ James Robson پہلے Schacht سے متفق بھی رہ چکے ہیں اور ابن سیرین کے قول کے نقاد بھی۔ وہ لکھتے ہیں:

> "This would throw the system of insisting on an irreproachable isnad back to a very early period when it is hardly likely that any regular method of transmitting traditions had developed. Indead, one is Included to feel that a statement of this kind is an attempt to give early authority for a practice which flourished later." [17]

۳۔ اسناد کی ابتداء کے متعلق مستشرقین کا تیسرا گروہ بھی ہے۔ ان کے مطابق اسناد کی ابتداء عہد صحابہ میں ۶۰ ہجری سے قبل ہو گئی تھی۔ اس موقف کے حامیوں میں [۱۸] Sprenger اور Nabia Abbot کے نام خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

Nabia Abbott لکھتی ہیں۔

> "First civil war, Which occurred in the fourth decade of Islam, and until the successors were brought into the chain of Transmission." [19]
>
> "پہلی خانہ جنگی، جو اسلام کی چوتھی دہائی اور تابعین کو روایات کی سند میں لائے جانے سے قبل وقوع پذیر ہوئی۔"

مندرجہ بالا بحث سے عیاں ہے کہ مستشرقین کے اعتراضات میں ایک دوسرے سے اختلاف پایا جاتا ہے بلکہ وہ خود بھی ایک بات پر کھڑے نہیں رہتے۔ جیسا کہ اوپر James Robson کے بارے میں دیکھا جاسکتا ہے کہ وہ مختلف اوقات میں تین طرح کا مؤقف رکھتے رہے ہیں۔ ایسی صورت حال میں ان کی متضاد اور شکوک و شبہات سے بھرپور تحقیقات پر اعتبار کرتے ہوئے محدثین کی تحقیقات پر شبہ کیوں کر کیا جاسکتا ہے بطور خاص اس صورت حال میں جب کہ قرآن مجید میں نقدِ سند کے اصولوں کی طرف بنیادی اشارات واضح طور پر موجود ہیں اور احادیث مبارکہ میں بھی ان کی وضاحت کر دی گئی ہے۔ نیز صحابہ اکرام سے بھی سند کی تحقیق و تفتیش کرنا ثابت ہے۔

سند اور مستشرقین کی دیگر متضاد آراء

Back word Growth of the Isnad Theory (اسناد کی افزائش کا نظریہ):

پروفیسر شاخت کی یہ تھیوری ان کے بعد آنے والوں نے وسیع پیمانے پر قبول کی ہے اور اس بنیاد پر حدیث کی حیثیت کو مردود قرار دیا ہے۔ لیکن اس معاملے میں ان کی اس تھیوری کا رد کرنے والوں کی بھی کمی نہیں۔ ذیل میں اس تھیوری کے حق میں اور مخالف آنے والی چند آراء کا ذکر کیا گیا ہے۔

پروفیسر جوزف شاخت کا خیال ہے کہ احادیث دوسری اور تیسری صدی ہجری میں وضع کی گئیں لہٰذا روایات کے ساتھ جو سلسلہ اسناد ہے وہ بھی بعد میں بنا کر احادیث کے ساتھ چسپاں کیا گیا ہے اس لیے یہ کسی بھی روایت کی صحت و ضعف جاننے میں کچھ مددگار نہیں ہو سکتا کیونکہ جس طرح روایات گھڑی جاسکتی ہیں اس طرح اسناد بھی وضع کی جاسکتی

ہیں۔ ان کے بقول امام شافعی سے قبل مسلم علماء کے ہاں کسی بھی بات کو متقدمین کی طرف منسوب کرنا عام معمول تھا۔ ان کا یہ بھی کہنا ہے کہ اکثر و بیشتر اسناد بتدریج ترقی کرتی ہوئی رسول اللہ ﷺ تک پہنچی ہیں۔ ابتداءً یہ مختلف فقہی مذاہب کی آراء تھیں جو تابعین سے منسوب کی جاتی تھیں بعد ازاں ان کی نسبتِ صحابہ کی طرف کی جانے لگی اور بالآخر انہیں رسول اللہ ﷺ کے اقوال و افعال کا درجہ مل گیا۔ وہ لکھتے ہیں:

"In the course of polemical discussion, doctrines are frequently projected back to higher authorities: traditions from Successors become traditions form Companions, and tradtions from Companions become traditions from the Prophet." [20]

"مناظرانہ مبحث کے دوران، عقائد ہمیشہ اعلیٰ اتھارٹیز کی طرف منسوب کیے جاتے ہیں یعنی روایات تابعین سے صحابہ اور صحابہ سے نبی ﷺ کی طرف منسوب کی جاتی ہیں۔"

آگے چل کر وہ رقم طراز ہیں:

"The gradual improvement of Isnads goes parallel with, and in partly indistinguiable from, the material growth of traditions which we have discussed in the preceding chapters; the backward growth of isnads in particular is identical with the projection of doctrines back to higher authorities. Generally speaking, we can say that the most perfect and complete isnads are the latest." [21]

"اسناد اور متون کی بہتری، بتدریج اور ساتھ ساتھ ہوتی رہی جو جزوی اعتبار سے علیحدہ علیحدہ نہیں ہے جس پر ہم نے گزشتہ ابواب میں بحث کی ہے۔ اسناد کی راجع بہ ماضی بڑھوتری خصوصاً اپنے نظریات کو نادانستہ طور پر پیچھے ہائر اتھارٹیز (بڑے راویان / محدثین) سے منسوب کرنے کے مماثل ہے۔ سادہ الفاظ میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ سب سے بے عیب اور مکمل اسناد بعد والی ہیں۔"

پروفیسر شاخت تواتر اور تعدد طرق وغیرہ کی کوئی اہمیت نہیں سمجھتے بلکہ اسے بھی وضع حدیث کی ہی گویا ایک علامت کے طور پر پیش کرتے ہیں کیونکہ ان کے خیال میں ایسا اس لیے کیا گیا تاکہ حدیث پر اعتراض نہ ہو سکے۔ ان کے الفاظ میں:

"Parallel with the improvement and backward growth of isnads goes their spread, that is the creation of additional authorities or transmitters for the same doctrine or tradition. The spread if isnads

was intended to meet the objection which used to be made to 'isolated' traditions." [22]

"اسناد کی بہتری اور پیچھے کی طرف بڑھوتری کے پہلو بہ پہلو ان کا پھیلاؤ بھی جاری رہا جس سے مراد اسی خیال یا روایت کی تائید میں اضافی اتھارٹیز یا راویوں کی تخلیق کرنا ہے۔ اسناد کا پھیلاؤ (تعدد طرق) اس لیے کیا گیا تا کہ خبر واحد پر ہونے والے اعتراض سے بچا جا سکے۔"

بہت سی احادیث ایسی ہیں جو متعدد طرق سے مروی ہیں بسا اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک راوی کسی روایت کو ایک سے زیادہ اساتذہ سے سنتا ہے اور مختلف مواقع پر ان میں سے کسی استاذ سے روایت کرتا ہے۔ پروفیسر شاخت اس سے یہ نتیجہ اخذ کرتے ہیں کہ سند وضع کرتے وقت بغیر احتیاط کے ترتیب وار اوپر تک نام جوڑ دیئے جاتے تھے یہی وجہ ہے کہ ایک ہی روایت ایک جگہ کسی سند سے روایت ہے تو دوسری جگہ کسی اور سند سے ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

"The isnads were often put together very carelessly. Any typical representative of the group whose doctrine was to be projected back on to an ancient authority, could be chosen at random and put into the isnad. We find therefore a number of alternative names in otherwise identical isnads, where other considerations exclude the possibility of the transmission of a genuine old doctrine by several persons. Such alternative are particularly frequent in the generation preceding Malik, for instance Nafi and Salim (passim), Nafi and Abdullah b. Dinar (Muw. Iv. 204 and lkh. 149f.), Nafi and Zuhri (Muw. Iii. 71 and Muw. Shaib .258), Yahya b. Sa'id and 'Abdullah b. Umar (Muw.ii 197 and Muw.Shaib.207), Yahya b. Sa'id and Rabi'a (Muw.Ii. 362 and Tr. III, 42)."[23]

"اسناد کو اکثر انتہائی لاپرواہی سے جوڑ دیا جاتا تھا۔ کسی بھی گروپ کا کوئی خاص نمائندہ جس کا نظریہ / اصول کسی قدیم راوی (محدث) سے ملانے کا منصوبہ ہوتا اسے بغیر کسی ترتیب کے چنا اور سند میں شامل کیا جا سکتا تھا۔ اس لیے ہم مختلف حالات میں متماثل اسناد میں کئی متبادل نام دیکھتے ہیں جہاں دوسرے ملاحظات مختلف اشخاص سے ایک اصلی قدیم نظریے کی روایت کے امکان کو خارج کر دیتے ہیں۔ ایسے متبادلات خصوصاً مالک سے پہلی نسل میں بکثرت ہیں مثلاً نافع اور سالم (جابجا)، نافع وعبداللہ بن دینار (موطا iv ۲۰۴ واختلاف الحدیث (للشافعی ۱۴۹)، نافع وزہری (موطا iii-

موطا شیبانی ۲۵۸)، یحییٰ بن سعید و عبد اللہ بن عمر (موطا ii-۱۹۷ اور موطا شیبانی ۲۰۷)، یحییٰ بن سعید و ربیعہ (موطا ii-۳۶۲ ور سالہ (شافعی) iii-۴۲)۔"

ڈاکٹر مصطفیٰ اعظمی نے شاخت کے پیش کردہ متبادل ناموں کی مثالوں پر مفصل نقد کیا ہے۔ اس کے بعد وہ لکھتے ہیں:

> "These six examples do not prove that isnads were put together carelessly and in an arbitrary manner. In fact, If we adopt schacht's view that isnads were fabricated in the second century, we may find ourselves surprised that scholars widely scattered throughout the Islamic world were able to reach so much agreement on the isnads they created. Without modern methods of communication this would seem improbable, if not impossible. Moreover, since we have shown that the alternative narrators were historically capable of having learned from the same source, the existence of alternatives would be evidence of great care, rather than carelessness, among the second century scholars who "created" isnads." [24]

"یہ چھ امثال ثابت نہیں کرتیں کہ اسناد غیر محتاط اور من گھڑت انداز سے مرتب کی گئیں تھیں۔ حقیقت میں اگر ہم شاخت کے خیال کو اپنالیں کہ اسناد دوسری صدی میں وضع کی گئیں تو ہم حیران ہوں گے کہ اسلامی دنیا کے مختلف علاقوں میں بکھرے ہوئے علماء کس طرح ایسی اسناد پر متفق تھے جن کو انہوں نے تخلیق کیا تھا۔ جدید ذرائع ابلاغ کی عدم موجودگی میں یہ بات ناممکن نہیں تو ناقابلِ قیاس ضرور ہے۔ مزید برآں ہم واضح کرچکے ہیں کہ متبادل راویان بھی تاریخی اعتبار سے انہی یکساں ماخذ سے علم حاصل کرنے کے قابل تھے، متبادل راویان کی موجودگی بے احتیاطی کی بجائے احتیاط کی شہادت کی متقاضی ہے۔"

جائن بال نے بھی جوزف شاخت کی Backword Projection Theory کی حمایت کی ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

> "We have seen that the need for traditions traced all the way back to Muhammad only began to be emphasized under 'Umar II (reigned 99-101/707-20) and that only as a consequence of this emphasis what was known as reports containing the personal opinions of Companions or successors became 'raised to the level' of a prophetic saying, no doubt in order to lend them more prestige." [25]

"ہم دیکھ چکے ہیں کہ محمد ﷺ تک پہنچنے والی روایات کی ضرورت پر زور عمر ثانی کے دور (حکومت ۹۹-۱۰۱ / ۷۱۷-۷۲۰) میں دیا جانے لگا اور اسی زور کا نتیجہ تھا کہ صحابہ اور تابعین کی ذاتی آراء کو احادیث نبوی کا درجہ دے دیا گیا، بلاشبہ یہ اس لیے کیا گیا کہ ان کے اعتبار کو بڑھایا جائے۔"

Alfred Guillaume[۲۶] اور GregorSchoeler[۲۷] نے بھی اس تھیوری کی بنیاد پر احادیث کے موضوع ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔

قبل ازیں Gold Ziher بھی مختصراً ایسے ہی خیالات کا اظہار کر چکے تھے۔[۲۸]

تاہم J.W.Fueck نے اسناد کی بڑھوتری کے اس نظریے کو تسلیم نہیں کیا ہے۔[۲۹]

Harold Motzki بھی اس سے اختلاف کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ شاخت کا یہ اصول کہ روایات پہلے تابعین پھر صحابہ اور آخر میں نبی ﷺ سے منسوب کی گئیں۔ اس کا دفاع نہیں کیا جا سکتا۔[۳۰]

James Robson کہتے ہیں کہ اسناد بعد میں وضع اور بہتر ہوتی رہیں لیکن تمام اسناد کو موضوع کہنا درست نہیں ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

"No doubt many isnads were invented. Indeed, It cannot have been otherwise, for there are many traditions provided with complete isnads which cannot genuinely go back to the Prophet. But this does not justify one in saying all isnads are fictitiously traced to the Prophet." [31]

"بلاشبہ بہت سی اسناد وضع ہوئیں۔ در حقیقت اس کے علاوہ کچھ ہو ہی نہیں سکتا کیونکہ کئی روایات مکمل اسناد کے ساتھ موجود ہیں جو حقیقت میں پیغمبر ﷺ تک پہنچ ہی نہیں سکتیں۔ لیکن اس بناء پر کوئی شخص یہ کہنے میں حق بجانب نہیں کہ تمام اسناد پیغمبر ﷺ سے غلط طور پر منسوب ہیں۔"

اسی بناء پر وہ لکھتے ہیں:

"There seems to be little doubt that practically the whole body of tradition was spurious." [32]

"اس میں کچھ شک دکھائی دیتا ہے کہ عملاً تمام ذخیرہ حدیث وضعی تھا۔"

Uri Rubin نے بھی اسناد کی افزائش والے مفروضے کی حمایت نہیں کی۔[۳۳]

خاندانی اسناد کا نظریہ (Family Isnad Theory):

پروفیسر شاخت جن اصولوں کی بنیاد پر احادیث اور اسناد کی صحت کا انکار کرتے ہیں ان میں سے ایک فیملی اسناد ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ Common Link (مشترکہ راوی) جو روایت وضع کر کے پھیلاتا ہے وہ عام طور پر اپنی جعل سازی کو پوشیدہ رکھنے کے لیے سند میں ایسے ناموں کا سلسلہ بیان کرتا ہے جو باہم قریبی تعلق رکھتے ہوں تاکہ دیکھنے میں سلسلہ سند متصل اور صحیح معلوم ہو۔ وہ لکھتے ہیں:

> "There are numerous traditions which claim an additional gurantee of soundness by representing themselves as transmitted amongst members of one family, for instance from father to son (and grandson), from aunt to nephew, or from master to freedman. Whenever we come to analyse them, we find these family traditions spurious, and we are justified in considering the existence of a family isnad not an indication of authenticity but only a device for securing its appearance." [34]

> "متعدد روایات ایسی ہیں جو ایک ہی خاندان کے افراد کے درمیان روایت ہونے کی وجہ سے صحت کی اضافی ضمانت کی دعویدار ہیں۔ مثال کے طور پر باپ سے بیٹے (اور پوتے)، خالہ سے بھتیجے یا آقا سے آزاد کردہ غلام کی روایات۔ جب ہم ان کا تجزیہ کرتے ہیں تو ہم ان خاندانی روایات کو جعلی پاتے ہیں اور ہم اس بات میں حق بجانب ہیں کہ فیملی اسناد کی موجودگی کو استناد کی علامت کی بجائے اسے محفوظ بنانے کی ایک ترکیب کے طور پر تسلیم کریں۔"

شاخت کے بعد اس نظریے کے بڑے حامی Juynboll ہیں Family Isnad اور Common Link کو بنیاد بنا کر انہوں نے ایک نئی تھیوری وضع کی۔ وہ اس کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

> "Islam know a category of people, almost always men, who are granted extreme longevity by God. The age of seventy is sometimes taken as starting point for the appellative to be applicable, although the lower limit of eitghty years is also given." [35]

"اسلام میں لوگوں کی ایک ایسی قسم معروف ہے جو تقریباً ہمیشہ آدمی ہوتے ہیں جنہیں خدا کی طرف سے انتہائی درازی عمر سے نوازا گیا ہے۔ بعض اوقات اسم عام کے انطباق کے لیے ستر برس کی عمر نقطہ آغاز کے طور پر لی گئی ہے، اگرچہ نچلی حد اسی سال بھی دی گئی ہے۔"

اس تھیوری کو بنیاد بنا کر وہ مؤقف اختیار کرتے ہیں کہ احادیثِ موضوعہ کو محفوظ اور قابل اعتماد بنانے کے لیے ایک خاندان کے افراد پر مشتمل اسناد وضع کر کے ان موضوع روایات کی حمایت میں پھیلائی گئیں تاکہ ان اسناد کی صحت کا یقین کروایا جا سکے۔ معمر کا اختراع اور اس (معمر) کا خونی رشتے یا مولیٰ کی بنیاد پر کسی دوسرے معمر سے واسطہ وضع کر کے کسی صحابی سے جوڑ دیا گیا اور بالآخر اسے نبی ﷺ سے منسوب کر دیا گیا۔

معمر تھیوری، فیملی اسناد تک محدود نہ رہی بلکہ تمام اسناد پر استعمال ہونے لگی جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے کہ معمر تھیوری کا مشترک تعلق تھیوری سے گہرا تعلق ہے جو راوی معمر کے اختراع کا ذمہ دار ٹھہرتا ہے اسے جائن بال مشترک تعلق (Common Link) راوی کہتے ہیں:

> "Sometimes this mu'ammar was a historical person who claimed to have reached an advanced age, this claim being earely emphasized after his death by his pupil, the "common-link", who profited from this age. At other times the mu'ammar was a fictitious person, wholly invented, complete with his allegedly advanced age at death, by the 'common-link' who pretended to have heard his traditions." [36]

"بعض اوقات یہ معمر ایک تاریخی شخصیت ہوتا ہے جو لمبی عمر تک پہنچنے کا دعویٰ کرتا اس کا مشترک تعلق شاگرد اس کی وفات کے بعد اس دعویٰ پر سرگرمی سے زور دیتا جو اس عمر سے استفادہ کرتا۔ بعض اوقات معمر جعلی / فرضی شخصیت ہوتا جو مکمل طور پر وضع کیا جاتا، مشترک تعلق جو اس کی روایات سننے کا دعویٰ کرتا، فرضی طور پر لمبی عمر میں اس کی وفات بیان کرتا۔"

وہ یہ بھی دعویٰ کرتے ہیں کہ جب مشترک راوی کوئی حدیث نبی ﷺ سے منسوب کرتا تھا تو اسے ایک ایسی سند بھی وضع کرنی پڑتی تھی جس کے راویوں کا زمانہ تقریباً ساٹھ سال یا اس سے زیادہ عرصہ تک مشترک ہو۔ اس صورت میں ایسے راویوں کے نام جوڑنا آسان تھا جو اپنی عمر کے آخری حصے میں ہوں۔ بہ نسبت ان کے جن کی عمر ابھی چند عشرے ہو۔[۳۷]

James Robson نے Family Isnad پر شکوک و شبہات کا اظہار کیا ہے۔ شاخت نے "مالک عن نافع عن ابن عمرؓ" اسناد کو من گھڑت قرار دیا ہے ان کا خیال ہے کہ امام مالک کے کم سن ہونے کی وجہ سے یہ ممکن نہیں کہ انہوں نے نافع سے احادیث سنی ہوں۔ نیز یہ فیملی اسناد ہونے کی بناء پر بھی ناقابل قبول ہے۔

Robson اس پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> "I prefer to believe that such passages indicate that malik really did meat and hear from Nafi." [38]

Family Isnad Theory کی سب سے اہم اور بڑی نقاد Nabia Abbott ہیں۔ ان کی تحقیقات نے Schacht اور Juyn boll کی پیش کردہ اس تھیوری کی حیثیت پر شدید تحفظات پیدا کر دیئے ہیں۔ ان کی تحقیقات کے نتائج شاختیین کے نقطہ نظر کے خلاف ہیں۔

Nabia Abbott کا مؤقف ہے کہ فیملی اسناد کا مقصد موضوع اسناد کو تحفظ فراہم کرنا نہیں بلکہ ان کی کچھ وجوہات ہیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ کچھ صحابہ و تابعین جن کے پاس احادیث تحریری شکل میں موجود تھیں وہ ان کی آئندہ نسلوں کو منتقل ہوئیں جنہیں وہ روایت کرتے رہے۔ اس کے برعکس وہ صحابہ جو لکھنا نہیں جانتے تھے ان کی مرویات میں فیملی اسناد بھی موجود نہیں۔

> "Keeping an eye on the transmitting families that most frequently came to my attention. I discovered first that the over-all success of such families, as measured by the number of successive generations of transmitters and as roughly gauged by the relative volume of the materials they transmitted, depended on whether or not they were hadith-writing families that preserved their manuscripts and passed them from one generation to the next. It is no accident that the families of Ansibn Malik and 'Abd Allah ibn'Amribn al-'As practically head the list, though exact ranking is difficult.."[39]

> "روایت حدیث کرنے والے خاندان جو بکثرت میری توجہ کا مرکز بنے کا مشاہدہ کرتے ہوئے میں نے پہلے جانا کہ ایسے خاندانوں کی مجموعی کامیابی، جیسے کہ راویان کی بعد میں آنے والی نسلوں سے معلوم ہوئی اور جیسے ان کے روایت کردہ مواد (حدیث) کے متعلقہ حصے سے سرسری اندازہ لگایا گیا (اس) کا انحصار اس پر تھا کہ آیا وہ حدیث لکھنے والے خاندان تھے یا نہیں جنہوں نے اپنے

مسودات کو محفوظ رکھا اور انہیں اگلی نسلوں کو منتقل کیا۔ یہ حادثاتی طور پر نہیں ہوا کہ انس بن مالکؓ اور عبد اللہ بن عمرو بن العاصؓ کے خاندان عملی طور پر سرِ فہرست ہیں، اگرچہ حتمی درجہ بندی مشکل ہے۔"

Nabia Abbott کہتی ہیں کہ زید بن ثابت اور عبد اللہ بن عمرؓ جیسی مستثنیات ہو سکتی ہیں جن کی وجہ یہ ہے کہ وہ کافی عرصہ زندہ رہے اور ان کی اولاد اور موالی میں سے کئی بڑے محدثین میں شمار ہوتے ہیں اور انہوں نے اپنے آپ کو علم الحدیث کے لیے وقف کر رکھا تھا۔ نیز ممکن ہے کہ بعض فیملی اسناد کی حیثیت مشکوک ہو، تاہم اس بنیاد پر ایسی تمام اسانید کو موضوع تصور کرنے کا کوئی منطقی جواز دکھائی نہیں دیتا۔

بہر حال فیملی اسناد اور انفرادی تحریری ذخیرہ حدیث کا نتیجہ آگے چل کر حدیث وسنت کے وسیع وعریض ذخیرے کی شکل میں سامنے آیا۔

> "The development of the family isnad and continuous written transmission lead to the third inescapable conclusion (see pp. 36f), namely that the bulk of the hadith and sunnah as they had developed by about the end of the first century was already written down by someone somewhere, even though comparatively small numbers of memorized traditions were being recited orally." [40]

> "خاندانی اسناد اور مسلسل تحریری روایات کا ارتقاء تیسرے ناگزیر نتیجے کی طرف لے جاتا ہے، (وہ یہ ہے) کہ حدیث وسنت کا وسیع ذخیرہ جسے وہ پہلی صدی کے اختتام تک ترقی دے چکے تھے پہلے ہی کسی نہ کسی کے پاس کہیں نہ کہیں تحریری شکل میں موجود تھا، اگرچہ مقابلۃً حفظ شدہ روایات کی تھوڑی سی تعداد زبانی بھی روایت کی گئی ہو گی۔"

اگرچہ کچھ ضعیف اور غیر ثقہ راوی عمداً یا غلطی سے موضوع احادیث کی روایت میں ملوث تھے تاہم اسے معمول کا طرزِ عمل یا منظم ومربوط راویانِ حدیث کے گروہوں کی اجتماعی اور انفرادی کوششیں باور کروانا جیسے گولڈ زیہر اور شاخت کا موقف حقیقت سے دور ہے۔

نظریہ مشترک راوی(Common Link Theory):

نظریہ مشترک راوی مستشرقین کے ہاں مقبول ترین تھیوری ہے۔ یہ Joseph Schacht نے پیش کی Juynball نے اسے مزید پھیلا کر لاگو کیا اور اس راوی کو جس پر کئی اسناد آکر ملتی تھیں مشترک تعلق راوی کہہ کر ایسی روایات کے وضع کا ذمہ دار قرار دیا۔ Schoeler اور دیگر مستشرقین نے بھی اس کی بنیاد پر احادیث کو مشکوک ٹھہرایا۔ ذیل میں اس کی وضاحت کی گئی ہے۔

پروفیسر شاخت اپنی اس تھیوری کی وضاحت مندرجہ ذیل الفاظ میں کرتے ہیں:

"These results regarding the growth of isnads enable us to unvisage the case in which a tradition was put into circulation by a taditionist whom we may call N.N., or by a person who used his name, at a certain time. The tradition would normally be taken over by one or several transmitters, and the lower, real part of the isnad would branch out into several strands. The original promoter N.N. would have provided his tradition with an isnad reaching back to an authority such as a Companion or the Prophet, and this higher, fictitious part of the isnad would often acquire additional branches by the creation of improvements which would take their place beside the original chain of transmittes, or by the process which we have described as spread of isnads. But N.N. would remain the (lowest) common link in the several strands of isnad (or at least in most of them, allowing for his being passed by and eliminated in additional strands of isnad which might have been introduced later). Whether this happened to the lower or to the higher part of the isnad or to both, the existence of a significant common link (N.N.) in all or most isnads of a given tradition would be a strong indication in favour of its having originated in the time of N.N. The same conclusion would have to be drawn when the isnads of different, but closely connected traditions showed a common link." [41]

"اسناد کی نمو سے متعلق یہ نتائج ہمیں اس بات پر غور کرنے کے قابل بناتے ہیں کہ کسی روایت کو راوی کس طرح رواج دیتا تھا، جسے ہم .N.N کہہ سکتے ہیں یا وہ کسی شخص کی طرف منسوب کر دی جاتی جو اپنا نام استعمال کرتا تھا اور ایسا بھی ہوتا کہ وہ کسی ایک راوی سے منسوب ہوتی یا اس کا کچھ حصہ پوری سند کو کسی اور سلسلہ روایت کے ساتھ جوڑ دیتا تھا۔ اصلی بڑھانے والا (n.n.) اپنی

روایت کو سند کے ساتھ پیش کرتا ہو گا جسے وہ یا تو صحابی سے یا پیغمبر ﷺ سے ملا دیتا ہو گا اور اسناد کا یہ اوپر والا موضوع حصہ اضافی شاخوں (سلسلہ ہائے روایت) میں اپنی وضعی حیثیتوں سے حقیقی سلسلہ روایات میں جگہ حاصل کر لیتا ہو گا اس کو ہم نے سلسلہ اسناد کے پھیلاؤ کے طور پر بیان کیا ہے لیکن .N.N اسناد کی کئی شاخوں میں کمزور ترین مشترک تعلق رہا ہو گا (یا کم از کم ان میں سے اکثر میں ختم ہو گئے ہوں گے اور اسناد کی اضافی شاخوں میں حذف کر دیئے گئے ہوں گے جو ممکن ہے بعد کے ادوار میں وقوع پذیر ہوئے ہوں گے) یہ کسی سند کی ابتداء یا اس کی انتہاء یا پھر دونوں حصوں کے ساتھ ہوا، دی گئی روایت کی تمام یا اکثر اسناد میں خاص مشترک تعلق کی موجودگی اس کے N.N کے دور میں وضع کی مضبوط دلیل ہو گی۔ جب مختلف لیکن آپس میں ملی ہوئی روایات میں مشترک تعلق ہو گا تو بھی ایسا ہی نتیجہ نکالنا پڑے گا۔"

"مشترک تعلق" پروفیسر شاخت یا مستشرقین کی علم حدیث میں غیر معمولی اور گہری تحقیق کی روشنی میں واضح نہیں ہوا جو محدثین کی دور بین نگاہوں سے مخفی رہ گیا تھا۔ بلکہ محدثین نے بہت دیر قبل نہ صرف اس پر بحوث کی تھیں بلکہ اسے حل بھی کر دیا تھا۔ اصول حدیث اور مصطلحات الحدیث کی کتب میں اس مفہوم میں "تفرد" کی اصطلاح مستعمل ہے۔ تاہم محدثین اور شاختین کے مابین "Common Link" کے کردار کو سمجھنے میں تضاد ہے۔ محدثین تسلیم کرتے ہیں کہ مشترک تعلق کئی کمزور احادیث کے وضع کی علامت ہے جو مجروح راویوں نے پھیلائی ہیں۔ لیکن ایسی روایات کو صحیح روایات سے جدا کرنے کے قواعد و ضوابط مقرر کر دیئے گئے ہیں اس طرح مشترک تعلق کا مسئلہ محدثین نے بہت عرصہ قبل حل کر دیا تھا۔ جیسا کہ ذہبی لکھتے ہیں:

فانظر اول شئ الی اصحاب رسول االله صلی الله علیه وسلم الکبار والصغار، ما فیهم احد الا وقد انفرد بسنة، فیقال له: هذا الحدیث لا یتابع علیه، وکذلک التابعون، کل واحد عنده ما لیس عند الآخر فی العلم۔ وما اتعرض لهذا فان هذا مقرر علی ما ینبغی فی علم الحدیث۔ وان تفرد الثقة المتقن یعد صحیحا غریبا وان تفرد الصدوق ومن دونه یعد منکرا وان اکثار الراوی من الاحادیث التی لا یوافق علیها لفظا او اسناداً یصیره متروک الحدیث۔[۴۲]

"سب سے قبل دیکھو کہ رسول اللہ ﷺ کے کبار اور صغار صحابہ میں سے ہر ایک کے پاس کسی خاص سنت کا علم ہے تو اس کے بارے میں کہا جائے گا کہ اس حدیث کا کوئی شاہد نہیں ہے اور اسی طرح تابعین ہیں، ان میں سے ہر ایک کے پاس کچھ ایسا علم ہے جو دوسروں کے پاس نہیں ہے میں اس سے تعرض نہیں کرتا کیونکہ علم حدیث میں اس کی وضاحت موجود ہے اور (اس کے بعد) اگر ثقہ و متقن راوی منفرد ہو تو یہ روایت صحیح غریب کہلائے گی اور اگر صدوق یا اسے کم تر (راوی) منفرد ہو تو ان کی روایت منکر کہلائے گی اور اگر کوئی راوی بکثرت ایسی احادیث روایت کرتا ہے کہ لفظاً یا سنداً ان کی موافقت نہ ہو تو وہ (راوی) متروک الحدیث ہو گا۔"

لیکن شاخت اور ان کے ہم نوا اس بات پر مصر ہیں کہ مشترک تعلق (راوی) تقریباً تمام احادیث پر اثر انداز ہوئے ہیں نیز یہ کوئی چند غیر معروف اور مجروح راوی نہیں ہے بلکہ اس میں کبار محدثین شامل ہیں جن پر صحیح ذخیرہ حدیث کی بنیاد ہے۔ اس اعتبار سے شاخت اور محدثین کا نقطہ نظر ایک دوسرے کی ضد ہے۔

جائن بال کہتے ہیں کہ جوزف شاخت کی وضع کردہ "Commor link theory" بہت اہمیت کی حامل ہے لیکن اسے وہ حیثیت نہیں دی گئی جس کی وہ مستحق ہے۔ حتیٰ کہ شاخت نے خود بھی اسے وہ مقام نہیں دیا۔ اس لیے میں اسے وضاحت سے اور مثالوں کے ساتھ استعمال کروں گا۔ پھر انہوں نے ایک مکمل باب اس بحث کے لیے وقف کیا ہے۔

مثال کے لیے تاریخ بغداد اور ابن الجوزی کی کتاب الموضوعات میں موجود راویات کا انتخاب کیا گیا ہے۔

> "A city will be built between (the rivers) Dijla and Dujayl (and Qatrabull and as-Sarat) in which the treasures of the earth will be amassed (and in which the kings and tyrants of the earth will assemble); verily, it will go under, go to ruin, perish, suffere disgrace, be devastated (etc.) mor quickly than an iron pin, an (iron) ploughshare, a piece of (heated) iron, a kuhl stick, a pickaxe in unfirm, soft earth; … than a dry pin in moist earth." [43]

"دجلہ اور دجیل (دریاؤں اور کسربل اور الصراط) کے درمیان ایک شہر تعمیر ہو گا جس میں زمین کے خزانے جمع ہوں گے (جنہیں بادشاہ اور ظالم لوگ جمع کریں گے) بے شک یہ ختم ہو جائے گا، تباہ ہو جائے گا، صفحہ ہستی سے مٹ جائے گا، اس کی بے حد بے توقیری ہو گی اور تباہ و برباد ہو جائے

گا (وغیرہ) اس سے بھی جلد جتنی دیر میں ایک دھاتی سوئی (لوہے کا) ہل، لوہے کا ایک (گرم) ٹکڑا، غیر سخت، نرم زمین میں کدال،۔۔۔ جیسے ایک خشک سوئی نرم زمین میں۔"

جائن بال کے مطابق اس روایت کی اٹھارہ اسناد ہیں۔ دو انس بن مالک اور بقیہ سولہ جریر بن عبد اللہ کے واسطے سے بیان ہوئی ہیں۔ وہ ان اسناد میں مشہور محدث سفیان الثوری کو C1 قرار دے کر اس حدیث کا واضع قرار دیتے ہیں۔ یہ حدیث محدثین کے نزدیک بھی موضوع شمار ہوتی ہے لیکن سفیان ثوری ان کے ہاں ثقہ راوی ہیں اور اس کا واضع عمار بن سیف ہے جس کی نشاندہی خطیب اور ابن الجوزی نے بھی کی ہے۔

"We have met various transmitters unambiguously transmitting the tradition in question on the authority of Sufyan and one, 'Ammar b. Sayf, who is mentioned in isnads in which Sufyan seems to have been skipped, although it is hinted that he may have had a hand in its transmission." [44]

"ایسے بہت سے راوی ہیں جو زیر مطالعہ روایت کو یقین کے ساتھ سفیان اور ایک مرتبہ عمار بن سیف کے واسطے سے بیان کرتے ہیں جو (عمار بن سیف) ان اسناد میں بھی مذکور ہے جن میں محسوس ہوتا ہے کہ سفیان کو چھوڑ دیا گیا ہے، اگرچہ اس کا اشارہ ملتا ہے کہ اس کی روایت میں اس کا ہاتھ رہا ہو گا۔"

C1 کی ایک دوسری مثال میں جائن بال نے شعبی کو C1 قرار دیا ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ ایسے راویان حدیث کو خاص طور پر ٹارگٹ کر رہے ہیں جن پر زیادہ سے زیادہ ذخیرہ حدیث کی بنیاد ہے۔

جائن بال نے جس خاص راوی کو C1 ثابت کرنے کا عزم کر رکھا ہو اگر کچھ اسناد میں وہ موجود نہ ہو تو وہ کہتے ہیں کہ ان اسناد میں عمداً c1 کو نظر انداز کیا گیا ہے تاکہ ان اسناد کی حمایت کی جا سکے۔

GregorSchoelor کہتے ہیں:

احادیث وضع کرنے اور موقوف و مقطوع کو مرفوع بنانے کا ذمہ دار Common Link ہے۔

"Hadith 11.1 is found in the two "old" collection compiled by Abu Khaythama and IbnAbiShayba. It may be genuine, but is certainly old. Even if it does not date back to Abu Sa'id al-Khudri, it must have been attributed to him by the following transmitter, The Basran

Abu Nadra (d.727), as can be seen clearly from the diagram (Abu Nadra is a clear CL with three PCLs)." [45]

"حدیث ا۔ا ابو خیثمہ اور ابن ابی شیبہ کے تالیف کردہ دو قدیم ذخیرہ ہائے حدیث میں موجود ہے۔ یہ صحیح ہو سکتی ہے مگر یقیناً قدیم ہے۔ حتیٰ کہ اگر یہ ابو سعید الخدری تک نہیں بھی پہنچتی تو یہ بصری راوی ابو نضرہ نے ان کی طرف منسوب کی ہو گی، جیسا کہ ڈایاگرام میں واضح دیکھا جا سکتا ہے (تین Pcls میں ابو نضرہ واضح c1 ہے۔"

دوسری جگہ وہ لکھتے ہیں:

"The cl is mujahid (with two pcl's) thus he must have circulated the hadith at the beginning of the eight century, if not earlier." [46]

"مجاہد cl ہے (جس کے دو pcl's ہیں) اس لیے اس نے ہی اگر پہلے نہیں تو آٹھویں صدی کے آغاز میں حدیث پھیلائی ہو گی۔"

جب کہ ان کے برعکس Motzki نے C.L کا رد کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

"Although cases of intentionally incorrect attributions of opnions can be demonstrated as early as the first century, it has been possible to demonstrate that "Typical common links" like 'amribn Dinar, IbnJurayj and Ibn 'Uyyayna are not generally to be considered as forgers of propagators of contemporary forgeries, as Sachacht identified them." [47]

"اگرچہ پہلی صدی میں ارادۃً آراء کو غلط منسوب کرنے کے واقعات دیکھے جا سکتے ہیں تاہم یہ ثابت کیا جا سکتا ہے کہ مخصوص مشترک تعلق (راوی) جیسے عمرو بن دینار، ابن جریج اور ابن عیینہ عموماً واضعین اور معاصر موضوعات کے پھیلانے والے تسلیم نہیں کیے گئے جیسے شاخت نے ان کی نشان دہی کی ہے۔"

HaraldMotzki نے اگرچہ شاخت کے متعین کردہ مشترک راویوں پر عدم اعتماد کا اظہار کیا ہے تاہم جن لوگوں کو انہوں نے "Common Link" قرار دیا ہے شاخت کی طرح وہ بھی صحیح نہیں ہیں۔ وہ شاخت اور جائن بال کی طرح کسی مخصوص حدیث کی اسناد کو نکال کر ان پر الگ الگ بحث کرتے ہیں۔ متون میں الفاظ کے معمولی اختلاف کو جو بسا اوقات روایت بالمعنی کی وجہ سے واقع ہو جاتا ہے یا ایک ہی روایت کے اختصار یا تفصیل کی صورت میں ان کو علیحدہ

علیحدہ احادیث شمار کرتے ہیں۔ Motzki نے اپنے ایک آرٹیکل "The Murder of IbnAbi L-Huqayq" میں ایک حدیث کی چار (شواہد) اسناد کو الگ الگ احادیث کے طور پر استعمال کرتے ہوئے بحث کی ہے۔ نتیجتاً انہوں نے ابو اسحاق (م ۴۔ ۷۴۳/۱۲۶) کو البراء کی حدیث، مشہور محدث ابن شہاب الزھری (م ۷۴۲/۱۲۴) کو ابن کعب کی حدیث، عبداللہ بن انیس (م ۶۷۴/۵۴) کو اپنی روایت کردہ حدیث اور ابن لہیعہ (م ۷۹۰/۱۱۷۴) کو عروہ کی روایت کردہ حدیث کے Common Link کے طور پر پیش کیا ہے۔[۴۸]

ابن کعب کی روایت پر تبصرہ کرتے ہوئے Motzki بیان کرتے ہیں کہ زہری سے یہ روایت چار راویان نے بیان کی ہے اس لیے ان کو (جائن بال کی اصطلاح میں) "Partial Common link" قرار دیا جاسکتا ہے۔ حالانکہ اگر ہم ان کے تجزیے کی بنیاد پر حدیث کی ابتدائے سند پر غور کریں تو ابتدائی چاروں راویان البراء، ابن کعب، عبداللہ بن انیس اور عروہ، Partial Common links قرار پاتے ہیں اور یوں اس کے Common Link خود رسول اللہ ﷺ بنتے ہیں۔ اگرچہ اس حدیث کے متن میں الفاظ کا اختلاف ہے تاہم انہیں ایک حدیث قرار دیا جاسکتا ہے جیسا کہ Marston Speight نے اپنے ایک آرٹیکل میں اس پر بحث کی ہے۔[۴۹]

HaraldMotzki کی تحقیقات کے مطابق زہری اور ان کے ہم عصر Common links کو ان روایات کے واضعین کی بجائے پہلے باقاعدہ جامعین قرار دینا چاہیے جنہوں نے اپنے شاگردوں کو باقاعدہ جماعتوں کی صورت میں انہیں بیان کرنا شروع کیا۔[۵۰] اس لیے وہ کہتے ہیں کہ مجرد اسناد اور Common Links کی بنیاد پر روایات کی تاریخ کا تعین کرنا مکمل اور محفوظ طریقہ نہیں ہے اس کے لیے ہمیں متون کے تجزیے کو بھی شامل کرنا ہوگا۔ وہ لکھتے ہیں:

> "With the identification of common links and partial common links, a first step towards dating the transmission groups has been made, but certainity of their origin and development cannot be gained from the transmission lines alone. The dating can be improved and made safer by a thorough analysis of the texts, and by combining those results with that of the isnad scrutiny. Several recent studies have shown that isnads are not always arbitrary, as has often been assumed due to the misinterpretation of the ideas of J. Schacht, but may reflect the transmission history of the texts with which they are connected." [51]

"مشترک تعلق اور ذیلی مشترک تعلق کی نشاندہی کے ساتھ روایات کی تحدید زمانی کی طرف ابتدائی قدم لے لیا گیا ہے لیکن صرف سلسلہ روایت (سند) کی بنیاد پر ان کے آغاز اور ارتقاء کا یقینی تعین نہیں کیا جا سکتا۔ متون کے مکمل تجزیے اور اسناد کی جانچ پڑتال کے نتائج کو باہم ملا کر زمانہ روایت (کے تعین) کو بہتر اور زیادہ محفوظ بنایا جا سکتا ہے۔ متعدد حالیہ مطالعہ جات نے ظاہر کیا ہے کہ اسناد ہمیشہ موضوع نہیں ہوتیں، جیسا کہ شاخت کے خیالات کی غلط تشریح کی وجہ سے اکثر فرض کر لیا گیا ہے، بلکہ یہ مطالعہ متعلقہ عبارات کی تاریخ روایت کو ظاہر کر سکتا ہے۔"

مزید بر آں Motzki نے جوزف شاخت اور جائن بال پر اس لیے بھی تنقید کی ہے کہ انہوں نے cl,s کا تعین کرتے ہوئے قدیم اور جدید ماخذ کا مکمل احاطہ بھی نہیں کیا بلکہ بعض درمیانی ماخذ پر اعتماد کیا ہے یہی وجہ ہے کہ انہوں نے cl کے تعین میں اکثر غلطی کی ہے اور اصلی cl سے ایک نسل بعد کسی راوی کو cl قرار دیا ہے۔[۵۲]

اگر بعض احادیث میں ایسا ہو بھی کہ کسی مقام پر ایک راوی آگے مختلف راویوں کو حدیث بیان کرے تو بھی اس کا یہ مطلب نکالنا کہ وہی اصل میں اس حدیث کا وضع کرنے والا ہے کیونکر قرین عقل و قیاس ہو سکتا ہے۔ بالخصوص جبکہ وہ عادل وضابطہ اور ثقہ ثابت ہو چکا ہو۔ لیکن شاخت اور ان کے متبعین کے ہاں ثقاہت و صداقت کی کوئی اہمیت نہیں۔ شاید اس لیے کہ ان کے علمی حلقوں میں ایسی کوئی نظیر نہ پائی جاتی ہو جبکہ مسلمانوں کے علماء کیا عوام میں بھی بالخصوص رسول اللہ ﷺ پر عمداً جھوٹ بولنا شاید عصر حاضر میں بھی آپ کو ایسے لوگ تلاش کرنا تقریباً ناممکن ہو۔

مشترک راوی سے کئی لوگوں کا حدیث بیان کرنا ایسی تعجب کی بات تو نہیں جسے پروفیسر شاخت اور ان کے ہم نوا وضع حدیث میں ملوث قرار دے رہے ہیں۔ اس کی کئی وجوہات ہو سکتی ہیں۔ اسی لیے Motzki جیسے مستشرقین نے بھی شاخت اور جائن بال کی مشترک تعلق تھیوری سے اختلاف کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ مشترک راوی کو کسی روایت کا واضع کہنا درست نہیں۔ ہو سکتا ہے کہ وہ احادیث جمع کرنے والا ایسا راوی ہو جو بعد میں پیشہ وارانہ طور پر اپنے شاگردوں کو احادیث کی تعلیم دیتا ہو۔[۵۳]

ڈاکٹر اعظمی شاخت پر نقد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"To take modern example of where Schacht's approach would lead if followed through rigorously: a new reporter who gathers

information from many sources and then publishes his findings in a newspaper would be considered to have fabricated the news items because thousands of readers would be able to refer only to him as their sources." [54]

"شاخت کا متشدد انداز نظر ہمیں جس طرف لے جاتا ہے اس کی جدید مثال ایک اخباری رپورٹر کی ہے جو کئی ذرائع سے معلومات اکٹھی کرتا ہے اور اپنی معروضات کو ایک اخبار میں شائع کر دیتا ہے تو اس کے متعلق سمجھا جائے گا کہ اس نے یہ خبریں وضع کی ہیں کیونکہ ہزاروں قارئین بطور اپنے ماخذ اس کا حوالہ دے سکیں گے۔"

پروفیسر شاخت کا خیال ہے کہ یا تو مشترک راوی خود وضع حدیث میں ملوث ہے یا پھر کوئی دوسرا شخص اس کا نام استعمال کر سکتا ہے۔ ہم عارضی طور پر شاخت کا مفروضہ مان لیتے ہیں لیکن یہ بہت سے سوالات کو جنم دیتا ہے۔ اس مشترک راوی یا اس کا نام لینے والے نے مختلف علاقوں سے طلباء کو اپنی جھوٹی روایت کو پھیلانے پر کیسے تیار کر لیا؟ جب محدثین کو علم تھا کہ تمام احادیث موضوع ہیں تو وہ اتنی اہمیت کیسے حاصل کر گئیں؟ ان کی اہمیت تو کم ہو جانی چاہیے تھی۔ جن راویوں کو شاخت مشترک راوی کہتا ہے (عبد اللہ بن دینار، اعمش، شعبہ، شعبی، زہری وغیرہ [55] محدثین کے ہاں ان کا مقام عام راویوں سے بلند ہے۔ حالانکہ ان کے جھوٹا ہونے کی وجہ سے ان پر لوگوں کا اعتبار ختم ہو جانا چاہیے تھا۔

پروفیسر شاخت نے جب دیکھا کہ جن مثالوں کو میں بطور مشترک تعلق پیش کر رہا ہوں ان کی تو شاہد اسناد بھی موجود ہیں جن کا مجھے خود علم ہے تو انہوں نے یہ اعتراض گھڑ لیا کہ یہ اسناد بھی دراصل اس موضوع روایت کی تقویت کے لیے وضع کی گئی ہیں لیکن یہاں بھی کئی سوالات ہیں کہ کسی دوسرے کو کیا ضرورت تھی کہ وہ کسی مشترک راوی کی موضوع روایت کو مضبوط کرنے کے لیے روایات پھیلائے اور اگر شاختین یہ دعویٰ کریں کہ دوسری اسناد بھی مشترک تعلق نے ہی وضع کی ہیں تو کیا وہ یہ بتا سکتے ہیں کہ مشترک تعلق کو مختلف زمانوں اور مختلف ملکوں کے راویوں اور ان کے اساتذہ کا کیسے علم تھا جن سے اس کی کبھی ملاقات بھی نہیں ہوئی تھی۔ جیسا کہ شاخت کی ذکر کردہ مثال پر ڈاکٹر مصطفیٰ اعظمی نے جو اصل ڈایاگرام پیش کیا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نہ تو شاخت کا بیان کردہ مشترک راوی اس روایت کے بیان کرنے میں تنہا ہے اور نہ ہی یہ ممکن ہے کہ وہ اتنے وسیع پیمانے پر لوگوں کو وضع حدیث پر آمادہ کر سکے۔[56]

تعدد طرق اور مستشرقین کی متضاد تحقیقات:

پروفیسر شاخت تواتر اور تعدد طرق وغیرہ کی کوئی اہمیت نہیں سمجھتے بلکہ اسے بھی وضع حدیث کی ہی گویا ایک علامت کے طور پر پیش کرتے ہیں کیونکہ ان کے خیال میں ایسا اس لیے کیا گیا تاکہ حدیث پر اعتراض نہ ہو سکے۔ان کے الفاظ میں:

> "Parallel with the improvement and backward growth of isnad goes their spread, that is the creation of additional authorties or transmitters for the same dodctrine or tradition. The spread if isnads was intended to meet the objection which used to be made to isolated tradtions." [57]

> "اسناد کی بہتری اور پیچھے کی طرف بڑھوتری کے پہلو بہ پہلو ان کا پھیلاؤ بھی جاری رہا جس سے مراد اسی خیال یا روایت کی تائید میں اضافی اتھارٹیر یا راویوں کی تخلیق کرنا ہے۔اسناد کا پھیلاؤ (تعدد طرق) اس لیے کیا گیا تاکہ خبر واحد پر ہونے والے اعتراض سے بچا جا سکے۔"

بہت سی احادیث ایسی ہیں جو متعدد طرق سے مروی ہیں بسا اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک راوی کسی روایت کو ایک سے زیادہ اساتذہ سے سنتا ہے اور مختلف مواقع پر ان میں سے کسی استاد سے روایت کرتا ہے۔پروفیسر شاخت اس سے یہ نتیجہ اخذ کرتے ہیں کہ اسناد وضع کرتے وقت بغیر احتیاط کے ترتیب وار اوپر تک نام جوڑ دیئے جاتے تھے یہی وجہ ہے کہ ایک ہی روایت ایک جگہ کسی سند سے روایت ہے تو دوسری جگہ کسی اور سند سے ہے۔وہ لکھتے ہیں:

> "The isnads were often put together very carelessly. Any typical representative of the group whose doctrine was to be projected back on to an ancient authority, could be chosen at random and put into the isnads. We find therefore a number of alternative names in otherwise identical isndas, where other considerations excluse the possiblilty of the transmission of a geniune old doctrine by several persons. Such alternative are particularly frequent in the generation preceding Malik, for instance Nafi and Salim (passim), Nafi and Abdullah b. Dinar (Muw. Iv, 204 and lkh. 149f.), Nafi and Zuhri (Muw.Iii, 71 and Muw.Shaib 258), yahya b. Sa'id and 'Abdullah b. 'Umar 'Umari (Muw.Ii 197 and Muw.Shaib. 207). Yaha b. Sai'd and Rabi'a (Muw. Ii. 362 and Tr. III. 42)." [58]

"اسناد کو اکثر انتہائی لاپرواہی سے جوڑ دیا جاتا تھا۔ کسی بھی گروپ کا کوئی خاص نمائندہ جس کا نظریہ / اصول کسی قدیم راوی (محدث) سے ملانے کا منصوبہ ہوتا اسے بغیر کسی ترتیب کے چنا اور سند میں شامل کیا جا سکتا تھا۔ اس لیے ہم مختلف حالات میں متماثل اسناد میں کئی متبادل نام دیکھتے ہیں جہاں دوسرے ملاحظات مختلف اشخاص سے ایک اصلی قدیم نظریے کی روایات کے امکان کو خارج کر دیتے ہیں۔ ایسے متبادلات خصوصاً مالک سے پہلی نسل میں بکثرت ہیں مثلاً نافع اور سالم (جابجا)، نافع وعبد اللہ بن دینار (موطا iv، ۲۰۴، اختلاف الحدیث (للشافعی ۱۴۹)، نافع و زہری (موطا ii، موطا شیبانی ۲۵۸)، یحییٰ بن سعید و عبد اللہ بن عمر (موطا ii، ۹۷ اور موطا شیبانی ۲۰۷) ، یحییٰ بن سعید و ربیعہ (موطا ii۔ ۳۶۲ اور رسالہ (شافعی iii۔ ۴۲)۔"

ڈاکٹر مصطفیٰ اعظمی نے شاخت کے پیش کردہ متبادل ناموں کی مثالوں پر مفصل نقد کیا ہے۔ اس کے بعد وہ لکھتے ہیں:

"These six examples do not prove that isnads were put together carelessly and in an arbitrary manner. In fact, If we adopt Schacht's view that isnads were fabricated in the second century, we may find ourselves reprised the scholars widely scattered thoughout the Islamic world were able to reach so much agreement on the isnads they created. Without modern methods of communication this would seem improbable, if not impossible. Moreover, since we have shown that the alternative narrators were historically capable of having learned from the same source, the existence of alternative would be evidence of great care, rather than carelessness, among the second century scholars who "created" isnads." [59]

"یہ چھ امثال ثابت نہیں کرتیں کہ اسناد غیر محتاط اور من گھڑت انداز سے مرتب کی گئیں تھیں۔ حقیقت میں اگر ہم شاخت کے خیال کو اپنا لیں کہ اسناد دوسری صدی میں وضع کی گئیں تو ہم حیران ہوں گے کہ اسلامی دنیا کے مختلف علاقوں میں بکھرے ہوئے علماء کس طرح ایسی اسناد پر متفق تھے جن کو انہوں نے تخلیق کیا تھا۔ جدید ذرائع ابلاغ کی عدم موجودگی میں یہ بات ناممکن نہیں تو ناقابلِ قیاس ضرور ہے۔ مزید برآں ہم واضح کر چکے ہیں کہ متبادل راویان بھی تاریخی اعتبار سے انہی

یکساں ماخذ سے علم حاصل کرنے کے قابل تھے، متبادل راویان کی موجودگی بے احتیاطی کی بجائے احتیاط کی شہادت کی متقاضی ہے۔"

Juynboll کہتے ہیں:

احادیث موضوعہ کو محفوظ اور قابل اعتماد بنانے کے لیے ایک خاندان کے افراد پر مشتمل اسناد وضع کرکے ان موضوع روایات کی حمایت میں پھیلائی گئیں تاکہ ان اسناد کی صحت کا یقین کروایا جاسکے۔ معمر کا اختراع اور اس (معمر) کا خونی رشتے یا موالی کی بنیاد پر کسی دوسرے معمر سے واسطہ وضع کرکے کسی صحابی سے جوڑ دیا گیا اور بالآخر اسے نبی ﷺ سے منسوب کردیا گیا۔

جائن بال کہتے ہیں منفرد اسناد کی حمایت کی ضرورت کے نتیجے میں:

"We witness the emergence of hordes of traditions, especially supported by single sand with IbnMas'ud in the Compannion's position, which figure between IbnMas'ud and the cls a number of long-lived successors, who later come to be called mu'ammarun." [60]

"روایات کی ایک بہت بڑی تعداد سامنے آتی ہے جو صحابہ میں سے بطور خاص ابن مسعود کی سند واحد سے مروی ہے، ان روایات میں ابن مسعود اور Cl,s کے درمیان لمبی عمر والے تابعین ایک بڑی تعداد ہے جن کو بعد میں معمرون کہا جانے لگا۔"

گولڈزیہر متواتر حدیث" من كذب على متعمدا فليتبوا مقعده من النار "[61] کو متداول حدیث تسلیم کرنے کو متداول حدیث تسلیم کرنے کے باوجود اس کو ماننے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ خود لکھتے ہیں کہ یہ حدیث اسی (۸۰) صحابہ سے مروی ہے اور اس مفہوم پر مبنی روایات بے شمار ہیں لیکن پھر بھی اسے جعل سازی کے خلاف رد عمل قرار دیتے ہیں۔

گولڈزیہر یہ الزام عائد کرتے ہوئے محدثین کو یہودیوں پر قیاس کرتا ہے کیونکہ یہودیوں میں یہ رواج بن چکا تھا کہ وہ کسی بھی بات کو قدیم پیغمبر یا معروف شخصیت سے منسوب کردیتے تھے۔ جیسا کہ Burtton لکھتے ہیں۔

"Attributing a contemporary or recently composed book to an ancient prophet or wise man, was common practice." [62]

"کسی موجودہ یا قریب کے زمانے کی کتاب کو ایک قدیم نبی یا دانشمند سے منسوب کر دینا عام معمول تھا۔"

جبکہ ہمارے علماء اور محدثین رسول اللہ ﷺ کی احادیث کے بیان میں انتہائی محتاط تھے اور کسی جھوٹی بات کو نبی ﷺ سے منسوب کرنا گناہ کبیرہ سمجھتے ہوئے اس سے خائف رہتے تھے۔ بلکہ نقاد حدث نے تو ان لوگوں کو بھی بے نقاب کیا ہے جنہوں نے اس غرض سے احادیث وضع کی ہیں اور ان روایات کی اصلیت کا راز افشاء کیا ہے۔ محدثین نے موضوعات کے ذکر میں اس طرح کی کوئی تمیز بھی نہیں کی کہ دفاع دین کی غرض سے وضع کردہ احادیث ٹھیک ہیں بلکہ ابن صلاح وغیرہ جیسے مشاہیر نے توصوفیاء کی طرف سے احتساب کی خاطر وضع کردہ روایات کو سب سے گھٹیا اور نقصان دہ قسم قرار دیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

والواضعون للحديث اصناف،واعظمهم ضرا قوم من المنسوبين الى الزهد وضعوا الاحاديث احتساباً [٦٣]

"واضعین حدیث کی کئی اقسام ہیں ان میں سب سے نقصان دہ زہد سے منسوب لوگ ہیں جنہوں نے احتساب کی غرض سے احادیث وضع کیں۔"

GregorSchoeler کے نزدیک بھی تعدد طرق کا کوئی اعتبار نہیں کیوں کہ وہ احادیث موضوعہ کی مدد کے لیے وضع کیے گئے ہیں۔ ایک جگہ وہ لکھتے ہیں:

"May be Ibn al-Mu'ammal intended to support his updated version with these addition isnads." [64]

"شاید ابن طعمل ان اضافی اسناد سے اپنی تازہ ترین روایت کی حمایت کرنا چاہتے ہوں۔"

William Muir نے تعدد طرق کو روایات کی توثیق کے ملاحظات میں شمار کیا ہے تاہم ان کے خیال میں کبھی کبھی یہ علامت وضع بھی ہو سکتی ہے۔[٦٥]

"اسناد کس حد تک قابل اعتبار ہیں" اس پر بحث کرتے ہوئے مصنف عبد الرزاق کا تفصیلی جائزہ پیش کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ چند ایک مقامات پر راویوں کی معمولی عبارات کے سوا عبد الرزاق کو "مصنف" کا اصلی مؤلف سمجھنا چاہیے۔ اس کتاب کا زیادہ تر مواد تین راویوں معمر، ابن جریج اور ثوری سے منسوب ہے جو بالترتیب ۳۲ فی صد، ۲۹ فیصد

اور ۲۰ فی صد ہے۔ ۴ فی صد ابن عیینہ اور باقی ۳۱ فی صد متون نوے مختلف لوگوں سے مروی ہے جن میں مشہور فقہاء ابو حنیفہ ۷.فی صد اور مالک ۶.فی صد شامل ہیں۔ فرض کریں عبد الرزاق نے یہ روایات غلط طور پر مندرجہ بالا چار بڑے راویوں معمر، ابن جریج، ثوری اور ابن عیینہ سے منسوب کی ہیں تو اس صورت میں ان چاروں سے مروی روایات کی تعداد قریب قریب برابر ہونی چاہیے تھی کیونکہ بقول شاخت اسناد میں مذکور یہ رواۃ اٹکل پچو سے جوڑے گئے تھے۔ جن اساتذہ سے ان رواۃ نے بیان کیا ہے ان کا تناسب بھی ظاہر کرتا ہے کہ وہ نام صحیح ہیں۔

Nabia Abbott کی تحقیقات کا حاصل بھی یہی ہے کہ اسناد محفوظ طریقے سے احادیث کی آئندہ نسلوں تک منتقلی کا باعث ہیں ان کا مقصد ضعیف روایات کو تحفظ فراہم کرنا نہیں تھا وہ کتاب کے مقدمہ میں لکھتی ہیں۔

> "Analysis of the content and the chains of transmission of the traditions the documents and of their available parallels in the standard collections supplemented by the results of an extensive study of the sources on the sciences of Tradition, ulum al-hadith, lead me to conclude that oral and written transmission went hand in hand almost from the start, that the tradition of Muhammad as transmitted by his companions and their Successors were, as a rule, scrupulously scrutinized at each step of the transmission, and that the so-called phenomenal growth of Tradition in the second and third centuries of Islam was not primarily growth of content, so far as the hadith of the Companions are concerned, but represents largely the progressive increase of parallel and multiple chains of transmission."[66]

> "دستاویزات / کتب میں موجود احادیث کے متون اور سلسلہ روایت (اسناد) کا تجزیہ اور معیاری مجموعہ جات میں ان کے شواہد / طرق نے، جن کی تکمیل علوم الحدیث کے ماخذ کے وسیع مطالعہ سے حاصل ہونے والے نتائج سے ہوتی ہے، مجھے اس نتیجے پر پہنچایا کہ زبانی اور تحریری روایت (حدیث) تقریباً آغاز سے ہی ساتھ ساتھ ہوتی رہی، اور یہ کہ محمد ﷺ کی روایات جن کو آپ کے صحابہ اور تابعین نے آگے پہنچایا، اصولی طور پر روایت کے ہر قدم پر انتہائی دیانت داری سے ان کی پڑتال کی گئی اور یہ کہ اسلام کی دوسری اور تیسری صدی میں روایت کی نام نہاد حیران کن

ترقی، بنیادی طور پر متن کی ترقی نہ تھی، جہاں تک حدیث نبوی اور اقوالِ صحابہ کا تعلق ہے تو یہ عموماً روایت کے متوازی اور گوناگوں سلسلوں کے اضافے کو ظاہر کرتا ہے۔"

Joseph Horovitz نے Gold Ziher کے امام زہری پر وضع حدیث میں ملوث ہونے کے الزام کی تردید میں ایک بات یہ بھی درج کی ہے کہ زہری اس حدیث کی روایت میں منفرد راوی نہیں ہیں اس لیے ان کو اس حدیث کا وضع کرنے والا باور نہیں کروایا جا سکتا۔[67]

خلاصہ بحث:

مستشرقین کے متضاد اور مختلف نقطہ ہائے نظر کے عمیق مطالعے کے بعد ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ ان کے نتائج تحقیق پر قطعاً بھروسہ نہیں کیا جا سکتا۔ ان کی تحقیقات میں کئی طرح کے شدید تضادات پائے جاتے ہیں۔ ہر مستشرق کوئی نئے سے نیا مفروضہ پیش کرتا ہے۔ جس کے بارے میں وہ دعویٰ کرتا ہے کہ اس کی بنیاد سائنسی اور منطقی اصولوں کے عین مطابق ہے۔ کچھ لوگ اس کی ظاہری چکا چوند سے متاثر ہو کر اس کی تائید میں دلائل ڈھونڈ ڈھونڈ کر لانا شروع کر دیتے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ محدثین اور مسلم محققین کے اصول نقد پر تنقید اور مستشرقین کے ان خود ساختہ اور متضاد قوانین کی تعریف و توصیف کا کوئی بھی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیتے۔ وہ کہتے ہیں کہ اگر درست نتائج تک پہنچنا ہے تو اس کے لیے یہ ScientificMethod استعمال کرنا ضروری ہے۔ لیکن کچھ ہی عرصہ گزرتا ہے کہ کوئی دوسرا مستشرق خود ہی اس کا بودا پن ظاہر کر کے اس کے سائنسی اور منطقی ہونے کی قلعی کھول دیتا ہے۔ نیز بسا اوقات ان کے نتائج میں تضاد موجود ہوتا ہے۔ Sprenger,Hourgrounje,Dozy اور WilliamMuir سمیت متعدد مستشرقین تسلیم کرتے ہیں کہ اگرچہ محدثین کے دعوے کے برابر نہیں تاہم کچھ احادیث صحیحہ موجود ہیں جن کو واقعی حضرت محمدؐ کے اقوال و افعال کہا جا سکتا ہے۔ جب کہ ان کے برعکس Juyn boll, Joseph Schacht, Gold Ziher اور دیگر کئی مستشرقین کے نزدیک تمام ذخیرہ حدیث پوری امت مسلمہ کی اجتماعی اور ہمہ جہت وضعی کاوشوں کا نتیجہ ہے۔

JosephSchacht اور Juynboll وغیرہ نے دلیل سکوت (Argumentesilentio) کی بنیاد پر احادیث کی تصنیف کا دعویٰ کیا ہے۔ جبکہ HaraldMotzki نے اس اصول کو مصنف عبد الرزاق پر لاگو کر کے اس کے غلط ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔

اسناد کی اصل کے متعلق LeonCaetani اور JosephHorovitz نے دعویٰ کیا ہے کہ یہ مسلمانوں کی ایجاد نہیں ہیں۔ لیکن JamesRobson اور DavidMargoliouth نے اسے مسلمانوں کی انفرادیت قرار دیا ہے۔ Sprenger نے تو اس پر مسلمانوں کو خراج تحسین پیش کیا ہے۔ اسناد کی ابتداء کے بارے میں مستشرقین تین مختلف گروہوں میں منقسم ہیں۔ Schacht اور Wansbrough کے بقول اسناد کے آغاز 120-180 ہجری Motzki,Robson اور Horovitz، 40-120 ہجری جبکہ Sprenger اور NabiaAbbott نے 40 ہجری سے قبل قرار دیا ہے۔

Schacht اور Juynboll نے خاندانی اسناد کو وضع احادیث کی علامت قرار دیا ہے۔ Robson نے اس پر شکوک و شبہات کا اظہار کیا ہے۔ NabiaAbbott نے اس اعتراض کو مکمل طور پر رد کیا ہے۔ Schacht اور Juynball نے مشترک راوی کو احادیث کے وضع کا ذمہ دار قرار دیا ہے لیکن MarstonSpeight اور خصوصاً HaraldMotzki نے اس مفروضے کو رد کیا ہے۔

ان تمام حقائق کا تقاضا ہے کہ حدیث کے حوالے سے مستشرقین کی پھیلائی گئی افواہوں پر توجہ نہ دی جائے۔ محدثین کی تحقیقات ہی اس قابل ہیں کہ ان کے حاصلات پر اعتماد کرتے ہوئے اپنے مطالعات کی بنیاد ان پر رکھی جائے۔ نیز مستشرقین کی تحقیقات کی سطحی حیثیت اور متضاد نتائج تحقیق کو بھی سامنے لایا جائے تاکہ طلباء علم پر ان کی غلطیاں عیاں ہو سکیں اور وہ ذہنی مرعوبیت سے نکل کر اپنے متقدمین کی کاوشوں کا اعتراف کرتے ہوئے ان کی شرحِ صدر سے نقل و اشاعت کریں۔

حوالہ جات و حواشی (Refences)

[1]Robson James, The Isnad in Muslim Tradition, alasgom University Oriental Society Transactions Vol xv, 1995, P.17.

[2]Siddiqui,M.Zubair,Hadith Literature its Origin,Development Special features and Criticism,Calcutta University,196., P 77.

[3]Horovitz Joseph, Alter und Ursprung des Isnad, Der Islam, P: 44.

[4]Horovitz, Alter und Ursprung des Isnad Der Islam, P: II/47.

[5] Robson, IbneIshaq’s use of Isnad Bulletin of John Rylonds Library Manchester 1956, 30/449-65.
[6]Magoliouth, D.S. Lectures on Arabic History, Calcutta, 1930, P20
[7]Ibn-e-Hajar, Al-Isabah, Introduction by Sprenger, Bishops college press, calculta, 1956, P73.
[8]Wansbrough, John, Quranic Studies, Sources and methods of Scriptual Interpretation, Oxford 1977, P 179.
[9]Schacht, Joseph, The Origins of Muhammadan Jurisprudence, Oxford University press, 1953, P:36,37.

[۱۰]۔ مسلم بن حجاج، امام، صحیح مسلم، دارالسلام، الریاض، باب بیان ان الاسناد من الدین، ح: ۲۷

Muslim bin Al-Ḥajjāj, Īmām, Al-Jām’e al-Ṣaḥīḥ, Dār us Sālām, Al-Riyāch, ḥadīht: 27

[۱۱]۔ انصاری، حارث سلیمان، الدکتور، الامام الزھری واثرہ فی السنۃ، مطبع جامعۃ الموصل، ۱۹۸۵ : ۳۱۵

Anṣārī, Ḥārith Sulaimān, Dr., Al-Īmām al-Zurhrī wa Atharuhū fi al-Sunnah, moṣal uinersity press, p: 315
[12]Robson, TheIsnad in Muslim Tradition 15 (1953), P: 15-26.
[13]The Origins of Muhammadan Jurisprudence, P: 119.
[14]HorovitzJoseph,Alter und ursprung des Isnad, Der Islam (1918), P: 43.
[15]Robson, TheIsnad in Muslim Tradition, TGOS 15, 1953, P: 21.
[16]Robson, Standards applied by Muslim traditionists, BTRL, 43, 1961, P: 460.
[17]Robson, Tradition, The Second foundation of Islam. MW, 41, 1951, P: 30.
[18]Sprenger, Traditions wesen, P: 1-3.
[19] Abbott Nabia, Studies in Arabic literary papyri II QuranicCommentery and Tradition, University of Chicago, 1964, P: 1.
[20]Schacht, Joseph,The Origins of Muhammadan Jurisprudence, P 118-119.
[21]Schacht, Joseph,The Origins of Muhammadan Jurisprudence, P:156.
[22]Schacht, Joseph,The Origins of Muhammadan Jurisprudence, P 165.
[23]Schacht, Joseph,The Origins of Muhammadan Jurisprudence, P 163,164.
[24]Azami, M,Mustafa, On Schacht,s Origins of Muhammadan Jurisprudence, Sohail Academy, lahore, P177.
[25]Juynboll, G.H.A, Muslim Tradition, Cambridge University press, London, New York, 1983, P 72.
[26]Guillaume, Alfred, Islam, Penguin books, England, P 99.
[27]Schoeler, Old Torah and Hadith, Der Islam 66, P 245, 46.
[28]Gold Ziher,Ignas,Muslimstudies,Translated by C.R.Barber and S.M.Stern George Allen and unwin,London, 2/148,149.

[29]Fueck, The Origins of MuhammadanJurispudence 10 (1053) P 196-199.
[30]Motzki, Harald, The Origins of Islamic Jurisprudence MeccanFiqah Before The Classical Schools, Translated by Marion H.katz, Brill, Leiden, 2002 P 295, 296.
[31]Robson James, TheIsnad in Muslim Tradition, P: 20.
[32]The Muslim World, 41, P: 101.
[33]Rubin uri, The Eye of Beholder, Princeton, 1955، P: 234
[34]Schacht, Joseph,The origins of Muhammadan Jurisprudence. P: 170.
[35]Encyclopedia of Islam 2nd Mu’ammar, P 258.
[36]Encyclopedia of Islam 2nd Mu’ammar,, P 285.
[37]Studies on the Origins and Uses of Islamic Hadith, vii, P 173.
[38]RobsonJames, TheIsnad in Muslim Tradition 15 (1953), P 23.
[39]Abbott Nabia, Studies in Arabic Literary Papyri, P: 37.
[40]Abbott Nabia, Studies in Arabic Literary Papyri,, P 39.
[41]The Origins of Muhammadan Jurisprudence, P 171-172.

۴۲۔ الذہبی، محمد بن احمد، میزان الاعتدال، دارالمعرفة، بیروت، ۱۹۶۲ء: ۳/ ۱۴۰، ۱۴۱

Al-Dhahbī, Muḥammad bin Aḥmad, Mīzān al-a’tidāl, dār al-ma’rifah, beruit, vol:3, p:140-141
[43]Juynboll, G.H.A, Muslim Tradition, Cambridge University press, London, New York, 1983, P: 208.
[44]Juynboll, G.H.A, Muslim Tradition, P 210.
[45]Schoeler, Oral Torah and Hadith, P 246.
[46]Schoeler, Oral Torah and Hadith,, P 48.
[47]Motzki, Harald,The Origins of Islamic Jurisprudence, P 297.
[48]The Murder of IbnAbi L-Huqayq, P 175-182.
[49]Speight, R. Marston, A Look of Varient Readings on the Hadith, Der Islam, 77 (2000), 169-179.
[50]Analysing Muslim Tradition, P 52-55.
[51]The muder of IbnAbi L-Huqayq, P 181-182.
[52]The muder of IbnAbi L-Huqayq, P 181-182.
[53]Motzki, Harald, Hadith Origins and Developments, P 24-25.
[54]Azami, M,Mustafa, On Schacht,s Origins of Muhammadan Jurisprudence, Sohail Academy, lahore.P : 200.
[55]Schacht, Joseph, The Origins of MuhammadanJurisprudence , P: 174.
[56]Azami, M,Mustafa, On Schacht,s Origins of Muhammadan Jurisprudence, P: 202-203.
[57]Schacht, Joseph,The origins of Muhammadan Jurisprudence, P: 165.
[58]Schacht, Joseph,The origins of Muhammadan Jurisprudence, P 163-164..

[59]Azami, M,Mustafa,On Schacht's Origins of Muhammadan Jurisprudence, P 177.
[60]Studies on the Origins and Uses of Islamic Hadith, vii, P: 174

٦١۔ صحیح مسلم، کتاب الزھد، باب التثبت فی الحدیث، ح: ۷۵۰۱

Muslim bin Al-Ḥajjāj, Īmām, Al-Jām'e al-Ṣaḥīḥ, Dār us Sālām, Al-Riyāch, ḥadīht: 7501
[62]Bratton .F.G. A History of the Bible ,london, P 89-90.

٦٣۔ صبحی صالح، دکتور، علوم الحدیث، (مترجم) غلام احمد حریری، ملک سنز، فیصل آباد، ۲۰۰۴ء، ص: ۹۰

Ṣubḥī al-Ṣāleḥ, Dr., ūlūm al-ḥadīth, trans. Ghulām Aḥmad ḥarīrī, malik sons, Faisalabad, p:90
[64]SchoelerGregor, Oral Torah and Hadith, Der Islam, 66, Berlin, 1989, P 248.
[65]Muir William, The Life of Muhammad,Edinburgh, 1923.P ixx.
[66] Abbott Nabia, Studies in Arabic Literary Papyri-II Quranic Commentary and Tradition, P2.
[67]Horovitz Joseph, The earliest biographies of the Prophet and their authors, Islamic culture, II (1928) P 35-38.